درس قرآن

سورۃ البقرۃ (۲۳-۲۴)

محمد اسماعیل امین

﴿ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۞ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین ۞﴾ [البقرۃ ۲۳-۲٤]

ترجمہ: ''اور جو کلام ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا ہے اگر تمھیں اس میں کچھ شک ہو تو اس قسم کی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں اور حمایت کرنے والوں کو بھی بلاؤ اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کرو گے اور ہرگز نہ کرسکو گے پس تم اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر:

گزشتہ دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے پوری انسانیت کو اپنی وحدانیت کے حوالے سے خالص عبادت کرنے کا حکم دیتے ہوئے اپنی عظیم الشان قدرتوں کا ذکر فرمایا تھا۔ توحید کے بعد اب ان آیتوں میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی رسالت کا اثبات فرمایا جارہا ہے۔[تفسیر ابن کثیر، تفسیر البیضاوی، احسن البیان]

جب مشرکین کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت ہوتی تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو جھٹلاتے ہوئے قرآن کے بھی منزل من اللہ ہونے سے انکار کرتے تھے۔ اس پر چیلنج دیتے ہوئے ان آیتوں کو نازل فرمایا۔[تفسیر القرطبی]

اور اس مذکورہ چیلنج کے خطاب میں مشرکین مکہ کے ساتھ یہود، منافقین اور تمام قدیم وجدید منکرین شامل ہیں۔[تفسیر فی ظلال القرآن]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''توحید کے بیان کے بعد اب نبوت کی تصدیق ہورہی ہے۔ کفار کو خطاب کر کے فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے جو قرآن پاک اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا ہے، اسے اگر تم ہمارا کلام نہیں مانتے تو تم اور تمہارے مددگار سب مل کر پورا قرآن تو نہیں، صرف ایک سورت جیسی عبارت بنا کر پیش کرو۔ جب تم ایسا نہیں کرسکتے اور اس سے عاجز ہو، تو پھر اس قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کیوں شک کرتے ہو؟ [تفسیر ابن کثیر]

چونکہ اللہ تبارک وتعالی کو ان کفار کے قرآن مجید پر شک کرنے کا علم تھا، اس لئے اللہ نے فرمایا: اگر تمہیں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک اور شبہ ہو تو قرآن کی سورتوں کی طرح کوئی سورت بنا کر لاؤ۔ اور کفار کے لئے یہ حکم بطور تعجیز ہے، کیونکہ اللہ کو یہ بھی علم ہے کہ یہ لوگ عاجز آئیں گے۔ [تفسیر القرطبی و البغوی]

﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا﴾: ﴿ریب﴾ شک اور تردد کو کہا جاتا ہے۔
﴿مما نزلنا﴾: مختلف واقعات کے وقت حسب ضرورت قرآن کا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کے معنی کو واضح کرتا ہے۔ جیسا کہ اس دور کے خطباء اور دانشوروں کا طریقہ تھا۔[تفسیر البیضاوی]

﴿عبدنا﴾ سے مراد ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں صراحت کے ساتھ آیا ہے: ﴿ وآمنوا بما نزّل علی محمد﴾ [محمد /۲، اضواء البیان] اور ﴿عبدنا﴾ میں یہ اضافت تعظیم کیلئے ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ اور عبودیت سے بڑھ کر کسی مخلوق کیلئے اعلی درجہ نہیں ہے۔ اس لئے اس اشرف مقام پر آپ کو ﴿عبدنا﴾ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ عبودیت کے بارے میں تفصیلی بحث کے لئے التراث شمارہ: ۱۰ ص ۷-۸ پر ملاحظہ کریں۔

﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا﴾ یہ جملہ شرطیہ ہے اسکا جواب ﴿فاتوا بسورۃ من مثلہ.... ان کنتم صادقین﴾ ہے۔ (سورۃ) مفرد ہے اس کی جمع (سُوَر) ہے۔
﴿سورۃ﴾ قرآن مجید کی مقدس عبارت کا وہ حصہ ہے جو کسی خاص نام سے متعارف ہو۔ یہ کم از کم تین آیات پر مشتمل ہے
﴿سورۃ﴾ کی واو اصلی بھی ہو سکتی ہے اور ہمزہ سے منقلب بھی۔ اگر واو اصلی ہو تو اس کے دو معانی ہیں:
(أ) اس کا ماخذ (سُور المدینۃ) ہوگا۔ یعنی شہر کی چاردیواری، جس طرح شہر کی چاردیواری اپنی آبادی کو گھیرتی ہے، اسی طرح قرآن کی ہر سورت بھی چند محدود اور مجموع عبارتوں کو گھیرتی ہے۔
(ب) ﴿سورۃ﴾ بمعنی مرتبہ سے بھی منقول ہو سکتی ہے۔ کیونکہ قرآنی سورتوں میں مراتب اور منازل ہیں۔ اور یہ سورتیں اپنے پڑھنے والوں کیلئے مختلف مراتب پیدا کرتی ہیں اور اپنے طول وقصر، فضل وشرف، اجر وثواب کے لحاظ سے ان کے بڑے بڑے مراتب ہیں۔ اور (سورۃ) کی واو اگر ہمزہ سے منقلب ہے، تو اس کا مطلب قطعہ اور ٹکڑا ہوگا[تفسیر البیضاوی]

﴿من مثلہ﴾ میں (مِنْ) زائد ہے۔ اور بعض کے نزدیک بیانیہ اور دیگر کے نزدیک تبعیض کیلئے ہے۔
﴿مثلہ﴾ میں جو ضمیر ہے، جمہور مفسرین اور محققین کے نزدیک اس کا مرجع قران پاک ہے۔ یعنی ایسی سورت جو بلاغت اور

حسن نظم، حقانیت اور سچائی وغیرہ میں قرآن مجید جیسی ہو۔ یہی قول آیت کے سیاق کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے۔ پس یہی راجح ہے۔ اور بعض نے یہ ضمیر محمد صلی الله علیه وآله وسلم کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی آپ جیسا کوئی امّی ہو۔ [تفاسیر ابن جریر وابن کثیر وفتح القدیر]

﴿**وادعوا شهداء كم من دون الله**﴾ میں (شهداء) شہید کی جمع ہے۔ اس کے کئی معانی ہیں۔ مثلا حاضر، شہادت دینے والا، امام، ناصر وغیرہ۔ لیکن آیت مبارکہ میں ﴿شهداء كم﴾ سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ کے علاوہ اپنے باطل معبودوں کو بلاؤ۔ یا تم اللہ کے علاوہ اپنے حمایتیوں کو اور دنیا کے فصحاء و بلغاء کو بھی ساتھ لے کر قرآن کی طرح ایک سورت پیش کرو، یا تم ایسے لوگوں کو بلاؤ جو اس بات پر گواہی دیں کہ تمہاری پیش کردہ عبارت قرآن کی سورت کی طرح ہے۔ [التحریر والتنویر، تفسیر البیضاوی]

﴿**ان كنتم صادقين**﴾ یعنی تم یہ بات کہتے ہو کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں، بلکہ انسان کا کلام ہے۔ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہوں، تو سب جن وانس جمع ہو کر اس کی کسی ایک سورت کی مثل پیش کرو۔ [تفسیر البیضاوی]

﴿**فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة**﴾ جب تم قرآن کی طرح ایک سورت نہ لاسکیں اور تم ہرگز نہ لاسکو گے، اور آئندہ بھی اسکا مقابلہ نہیں کرسکو گے۔ جب تم عاجز آگئے تو ثابت ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اور اس کی تصدیق ضروری ہے۔ لہذا اس پر ایمان لاؤ اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو تکذیب کرنے والوں کیلئے تیار کیا گیا ہے۔

﴿**وقودها الناس والحجارة**﴾ میں ﴿وقود﴾: مایوقد به ہر وہ چیز ہے، جسے جلا کر آگ نکالی جائے۔ ﴿الناس﴾ اگرچہ لفظ عام ہے، لیکن اس سے مراد مخصوص لوگ ہیں۔ ﴿الناس﴾ میں جو الف لام ہے، وہ یا تو استغراق عرفی یا عہد ذہنی کیلئے ہے۔ انؔ سے مراد کفار اور اللہ کے نافرمان سرکش لوگ ہیں جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے ﴿**وأما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا**﴾ [الجن/۱۵] ''ظالم لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے'' ﴿**انكم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم انتم لها واردون**﴾ [الانبیاء/۹۸] تم اور تمہارے وہ معبود جو اللہ کے سوا ہیں، سب جہنم کا ایندھن بنیں گے، تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔ [التحریر والتنویر، تفسیر القرطبی]

﴿**الحجارة**﴾ پتھر کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد گندھک کے سخت سیاہ افزودہ اور بدبودار پتھر ہیں، جن کی آگ انتہائی تیز ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان پتھروں کو زمین و آسمان کی پیدائش کے ساتھ ہی آسمان اول پر پیدا کیا گیا ہے۔[تفسير ابن جرير، التفسير الصحيح د۔حكمت بشير] بعض مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس پتھر سے مراد وہ بت ہیں، جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿انكم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم......﴾ [الانبياء/۹۸، تفسير ابن كثير]

دونوں آیتوں کے چند اہم فوائد

فائدہ نمبر (۱): اثبات نبوت محمدیہ اور قرآن کا اعجاز

یہ بات سب پر عیاں ہے کہ اللہ تعالی نے جب اس کائنات کی تخلیق کی، تو اس کے باسیوں کے رشد و ہدایت کے لئے اور اپنی ذات اقدس سے متعارف کرانے کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔لیکن قلیل تعداد کے علاوہ لوگوں کی اکثریت ان حق پر مبنی دعوتوں کو ٹھکراتے رہے۔اس لئے اللہ تعالی نے اپنی حجت ان کفار پر پوری کرنے کے لئے اپنے رسولوں کو بڑے بڑے معجزات دیے، جنہیں دیکھ کر کفار کو بھی یقین آتا تھا کہ یہ طاقت کسی بشر کے بس کی بات نہیں ہے، بلکہ یہ کوئی غیبی طاقت ہے۔اللہ تعالی نے ہر نبی کو اپنے زمانے کے ساتھ مطابقت اور مناسبت رکھنے والے معجزات دیے۔جیسے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری اپنے عروج پر تھی، تو اللہ تعالی نے ان کو جادوگری کا توڑ بطور معجزہ عطا کیا، جسے دیکھ کر تمام جادوگر مسلمان ہوئے۔اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں بہت زیادہ لاعلاج بیماریوں کی وجہ سے علم طب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، اس لئے اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو معجزانہ علاج سے نوازا، جس کو دیکھ کر تمام اطباء وقت حیران رہ گئے۔اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس زمانے میں مبعوث ہوئے، اس وقت عربوں کی توجہ فصاحت و بلاغت اور اذ بیانہ کلام ایجاد کر کے اپنے قبیلوں کا فخر اور مدح کرنے پر مرکوز تھی۔ [مقدمة تفسير القرطبي] بلکہ معاملہ اس حد تک پہنچا تھا کہ عرب میں ہر قبیلہ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس سے کوئی شاعر، لیڈر اور خطیب پیدا ہو۔لیکن ان تینوں میں اسے سب سے زیادہ محبوب شاعر ہی ہوتا تھا، اس لئے جب کسی قبیلہ میں کوئی بلند پایہ و کامل شاعر پیدا ہوتا تو وہ دعوتیں کرتے، جشن مناتے اور دیگر قبائل اسے مبارک بادی دیتے۔کیونکہ شاعر وہ ہوتا تھا جو بلا اجرت و معاوضہ اپنے کلام سے اپنی قوم کی قیادت اور اجتماع کے موقع پر ان کی حمایت و مدافعت کرتے، ان کی تاریخ اور ان کے روشن کارناموں کو حیات جاوید بخشتے، اور قوم کے دل و دماغ میں ان کے اس مفاخر و مکارم نقش کرتے۔[تاريخ الأدب العربي / ۳۱]

اس لئے ہر قبیلہ کے شاعر اور خطیب سوق عکاظ جیسے بڑے بڑے ادبی وتجارتی میلوں میں اعلی پائے کا فخریہ کلام پیش کرنے کے لئے سال بھر محنت میں لگے رہتے تھے، اوران میلوں میں ہر قبیلہ کے شعراء اور خطباء کا مقابلہ ہوتا تھا اور کسی بھی شاعر اور خطیب کے کلام کو دوسرے لوگ فصاحت وبلاغت کی بنیاد پر پسند کرتے ،تو اسے اسی وقت گولڈ میڈل کا ایوارڈ ملتا۔ اور عرب میں سات قصیدے ایسے ہیں، جن کے ایجاد کرنے والے بہت مشہور ہوئے اوران قصیدوں کو عرب نے اتنا پسند کیا کہ اسے آب زر سے قیمتی کپڑوں پر لکھوا کر اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے کعبہ مشرفہ پر آویزاں کردیا گیا۔ اسی لئے یہ قصیدے (سبع معلقات) کے نام سے مشہور ہوئے۔[تاریخ الأدب العربی /٦، ٢١]

جب عرب میں فصحاء وبلغاء کا زور وشور عروج پر تھا۔ اتنے میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام جو کہ خالص امی ان پڑھ تھے، اللہ کی طرف سے ایک عظیم الشان، فصاحت وبلاغت سے بھر پور مقدس کتاب انکے سامنے پیش کرتے ہیں، جسے سن کر تمام عرب کے ادباء حیران ہوئے، بلکہ بڑے بڑے فصحاء نے اعتراف کیا کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہوسکتا اوراس کے باوجود جن کے دلوں میں اس قرآن پاک کے من عند اللہ ہونے کے بارے میں شک باقی رہا، ان سب کو اللہ نے چیلنج کیا اور یہ چیلنج تین مرحلوں سے گزر کر آسان سے آسان تر اور آسان ترین ہوگیا۔

پہلا مرحلہ: اللہ نے کفار سے مطالبہ کیا کہ اگر تمہیں قرآن کے من عند اللہ ہونے میں شک ہو، تو قرآن جیسی کوئی کتاب پیش کریں۔﴿ قل فأتوا بكتاب من عند الله هو اهدى منهما اتبعه ان كنتم صدقين ﴾[القصص/٤٩] یعنی اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ قرآن مجید اور تورات دونوں جادو ہیں، تو تم اور کوئی ایسی کتاب الٰہی پیش کرو، جو ان سے زیادہ ہدایت والی ہو۔ میں اس کی پیروی کرلوں گا، کیونکہ میں ہدایت کا طالب ہوں۔

دوسری جگہ فرمایا:﴿ قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان يأتوا بمثل هذا القران لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا ﴾[الاسراء/٨٨]

”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس قرآن جیسا بنا کر پیش کرنے پر ایک دوسرے کے مددگار ہوبھی جائیں، تب بھی پیش نہیں کرسکیں گے۔“

دوسرا مرحلہ: جب قرآن کے مخالفین قرآن کی طرح کوئی کتاب پیش نہ کرسکے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے قرآن کی طرح دس سورتیں پیش کرنے کا چیلنج دیا﴿ أم يقولون افتراه قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات

وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صادقين ۞ فان لم يستجيبوا لكم فاعلموا أنما انزل بعلم الله وأن لا اله الا هو فهل أنتم مسلمون ۞﴾ [هود ١٣-١٤]

''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرآن کو من گڑھت بنایا ہے؟ آپ کہہ دیجئے: پھر تم اس کی دس سورتیں جیسی بنا لاؤ، اور سوائے اللہ کے سب مددگاروں کو بلالو، اگر تم اپنے الزام میں سچے ہوں ۔ اگر یہ لوگ (دعوت مقابلہ) کو قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ۔ کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟!''

تیسرا اور آخری مرحلہ: اگر دس سورتیں نہ لاسکیں تو ایک سورت قرآن جیسی بنالو۔ آخری بار چیلنج دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے: ﴿ وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين ۞ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا ...... ﴾ اگر تمہیں ہمارے قرآن کے بارے میں شک ہو تو اس جیسی ایک سورت پیش کرو۔ اگر تم ایسا نہ کرو اور تم ہرگز نہیں کرسکو گے۔ اور اللہ نے یہ بھی پیش گوئی کی اگر تم اب ایسا نہ بنا سکو تو قیامت تک تم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے ۔ اور تاریخ اس پر گواہ ہے کہ دنیا میں اگر چہ بہت ہی زیادہ فصاحت و بلاغت پر گھمنڈ رکھنے والے ادباء اور شعلہ بیان بلغاء گزر چکے ہیں، لیکن قرآن مجید کے سامنے سب عاجز آگئے ۔ [تفسير ابن كثير، خصائص القرآن د.فهد الرومى /٩٣-٩٤]

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سارے معجزات تھے۔ ان سب سے بڑا معجزہ قرآن پاک ہے کیونکہ یہ کتاب ہر قسم کے کمالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اولین اور آخرین کا علم ہے۔ اور یہ امم سابقہ کے اخبار اور مستقبل کے احوال اور پیش گوئیوں سے بھر پور ہے اور انتہائی عدل وانصاف پر مبنی احکامات اور مسائل کا ذخیرہ ہے۔ ﴿ وتمت كلمة ربك صدقا وعدلا ۞﴾ [الأنعام/ ١١٥] ''آپ کے رب کا کلام اخبار وواقعات کے لحاظ سے سچا اور احکام ومسائل کے اعتبار سے عادل ہے۔'' [تفسير احسن البيان]

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس قرآن کو اللہ تعالی نے قیامت تک کیلئے نور ہدایت اور مشعل راہ بنا کر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خوب رب ذوالجلال نے اٹھائی۔ اس لئے جب بھی کوئی

اسلام دشمن (نعوذ باللہ) قرآن کی تحریف کا مسموم عقیدہ ظاہر کرتا ہے، تو اللہ تعالی علماء حق اور صلحاء امت کے ذریعے ان کو اس دنیا میں بھی ذلیل وخوار کرتا ہے۔ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ﴾[الحجر/۹] "ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں۔"

انہی مذکورہ اور غیر مذکورہ خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کو اپنا سب سے بڑا معجزہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: { مامن نبی من الأنبياء الا قد أعطى من الآيات ما آمن على مثله البشر وانما كان الذى أوتيته وحيا أوحاه الله الىّ فأرجو أن أكون أكثرهم تابعا يوم القيامة } [صحيح البخارى كتاب فضائل القرآن باب كيف نزل الوحى/حديث ٤٩٨١] "ہر نبی کو ایسے معجزے دیے گئے کہ جنہیں دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائے اور میرا معجزہ اللہ کی وحی یعنی قرآن پاک ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ میرے متبعین بہ نسبت دوسرے نبیوں کے بہت زیادہ ہوں گے۔" اس لئے دوسرے انبیاء کے معجزے ان کے ساتھ چلے گئے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ لوگ اسے دیکھتے جائیں گے اور اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اس مقدس اور مبارک کلام الٰہی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں متحد ہونے کی توفیق بخشے! آمین۔

فائدہ نمبر(۲): جہنم کی ہولنا کی اور اس سے بچاؤ کا سامان

مذکورہ آیتوں میں جہنم کی ہولنا کیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين ﴾ "اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے اور اس پتھر سے مراد گندھک کا پتھر ہے۔ حضرت ابن مسعود وغیرہ فرماتے ہیں: گندھک کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ یہ جلد جلنے والی، زیادہ بدبودار، زیادہ دھواں دار اور جسم سے سخت چمٹنے کی چیز ہے۔ اسی طرح جب یہ جلتا ہے، تو زیادہ گرمی پیدا کرنے کی خصوصیت رکھتا ہے۔ [تفسير القرطبى]

دوسری تفسیر کے مطابق اس پتھر سے مراد وہ بت ہیں، جن کو منکرین قرآن پوجتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور ان کی حسرت بڑھانے کے لئے اپنے معبودان باطل کے ساتھ جلائیں گے۔ [التفسير البيضاوى]

جہنم کی ہولنا کی اور شدت کے بارے میں قرآن اور حدیث میں بہت زیادہ نصوص وارد ہوئی ہیں۔ جن سے جہنم کی شدت اور سختی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہاری آگ جو تم دنیا میں جلاتے ہو، اس میں ایک حصہ گرمی ہے، جبکہ جہنم کی آگ میں اس کا ستر گنا زیادہ گرمی ہے۔" [صحيح مسلم كتاب صفة الجنة

والنار باب فی شدة حر نار جهنم و بعد قعرها - رقم الحديث ٧٠٩٤] مزید فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن جہنم ستر ہزار لگام لگا کر لائی جائے گی اور ہر ایک لگام کو پکڑنے کیلئے ستر ہزار فرشتے مقرر ہونگے۔''[صحيح مسلم كتاب صفة الجنة و النار، رقم الحديث/٧٠٩٣] اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب والا شخص وہ ہے، جسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن کی حرارت سے اس کا دماغ ابلتا رہے گا۔''[صحيح مسلم كتاب الايمان باب أهون اهل النار عذابا رقم الحديث/٥١٣] جہنمیوں کے کھانے کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ان شجرة الزقوم ۞ طعام الأثيم ۞ كالمهل يغلى فى البطون ۞ كغلى الحميم۞﴾ [الدخان ٤٣-٤٦]

''گناہگار کا کھانا زقوم (تھوہر کا) درخت ہے، جو کہ تلچھٹ کی طرح ہے اور تیز گرم پانی کی طرح پیٹ میں ابلتا رہتا ہے۔ زقوم کی مزید تفسیر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک جائے تو اہل دنیا کی معیشت بگڑ جائے۔'' تو ان لوگوں کا کیا ہوگا جن کی غذا ہی زقوم ہو؟![الترمذی كتاب صفة جهنم باب ما جاء فى صفة طعام اهل النار ٤/٦٠٩ الرقم ٢٥٨٥ وصححه الالبانى فى المشكاة ١٥٨٢/٣]

جہنم میں اللہ تعالی نے اپنے نافرمانوں کیلئے کیا کیا عذاب تیار کیا ہوا ہے؟ اس کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں فرمایا: ''قیامت کے دن جہنمیوں میں سے ایک شخص لایا جائے گا، جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ حال اور سب سے زیادہ عیش پرست تھا، اسے جہنم میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا تو نے کبھی (دنیا میں) آرام دیکھا ہے؟ تو وہ دنیا کی ساری نعمتیں بھول کر کہے گا: ''کبھی میں نے آرام اور نعمت کو نہیں دیکھا، جب سے جنا ہوں، اسی تکلیف اور عذاب میں پڑا ہوا ہوں۔'' اسی طرح جنتیوں میں سب سے زیادہ دنیا میں مصیبت زدہ شخص کو لایا جائے گا اور اسے جنت میں ایک بار غوطہ دے کر اس سے پوچھیں گے کہ تو نے (دنیا میں) کسی تکلیف کو دیکھا ہے؟ تو وہ کہے گا: ''اللہ کی قسم مجھ پر تو کبھی تکلیف نہیں گزری، میں نے تو کبھی شدت اور سختی نہیں دیکھی۔''

اللہ تعالی کا ہم پر عظیم فضل وکرم ہے کہ اس ذات وحدہ لاشریک نے ہم پر مہربانی فرما کر عذاب الیم اور مصیبتوں سے بھرپور جگہ کی خبر ہمیں دنیا میں دی، تاکہ اس سے بچنے کا ارادہ رکھنے والے اس سے بچ سکیں۔ زیر تفسیر آیتوں میں بچنے کا راستہ بھی بتایا گیا ہے۔ فرمایا: جب تم اس قرآن پاک کی مختصر سی سورت کا مقابلہ نہ کرسکو، تو تمہیں یقین آنا چاہیے کہ قرآن اللہ کا ہی مقدس کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا سچا نبی ہے۔ پس تم قرآن پر ایمان لا کر اسے مشعل راہ بناؤ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

اللہ کا رسول مان کر اس کا پیروکار اور متبع بن جاؤ۔

عن عدی بن حاتم عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: {مامنکم من أحد الا سیکلمه الله عزوجل لیس بینه وبینه ترجمان فینظر أیمن منه فلا یری الا ما قدم و ینظر أشأم منه فلا یری الا ما قدم و ینظر بین یدیه فلا یری الا النار تلقاء وجهه، فاتقوا النار ولو بشق تمرة ، فمن لم یجد فبکلمة طیبة}[مسلم کتاب الزکاة باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة او بکلمة طیبة وأنها حجاب من النار رقم الحدیث ٢٣٤٥] جہنم سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ قرآن و سنت پر سلف صالحین کے منہج کے مطابق عمل کیا جائے اور اسلام کو مکمل طور پر قبول کیا جائے۔ انسان کا قول، عمل اور اعتقاد شرک و بدعت سے پاک ہو تو انتہائی معمولی اعمال بھی اس کے لئے نجات کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے کی توفیق بخشیں! آمین

فائدہ نمبر(۳): اللہ تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں فرمایا ﴿اعدت للکافرین﴾

کلمہ ﴿اعدت﴾ ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جہنم تیار شدہ ہے۔ اسی لئے مفسرین نے اسی جملہ کو اہل حق کے صحیح مذہب کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جبکہ بعض گمراہ فرقہ والے کہتے ہیں کہ جہنم ابھی تیار نہیں ہے، بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے پیدا کریں گے۔ یہ مذہب باطل ہے۔ کیونکہ بہت زیادہ آیات اور احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جہنم اب بھی تیار ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ہم نے ایک مرتبہ بڑے زور کی ایک آواز سنی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ یہ آواز کس چیز کی ہے؟'' تو ہم نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ستر سال پہلے ایک پتھر جہنم میں پھینکا گیا تھا، آج وہ پتھر جہنم کی تہ میں پہنچا ہے۔''[صحیح مسلم کتاب صفة الجنة والنار باب فی شدة حر نار جهنم وبعد قعرها الرقم ٧٠٩٦]

معاذ اللہ! جہنم اتنی گہری ہے کہ اس کی چوٹی سے تہ تک ستر برس کی مسافت ہے اور وہ بھی اس تیز ترین رفتار سے جیسے پتھر اوپر سے نیچے کو گرتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک دفعہ جب سورج کو گرہن لگا تو آپ نے گرہن کی نماز ادا کی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں نے آج دوران نماز جہنم کو دیکھا۔'' مزید فرمایا: ''جہنم کی طرح خوفناک میں نے کبھی کسی منظر کو نہیں دیکھا ہے۔''

اور اسی طرح اسراء و معراج والی حدیثوں میں یہ بات واضح طور پر آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج

میں جہنم کے عذاب اور جنت کی نعمتوں کو ملاحظہ فرمایا۔ اسراء ومعراج والی روایت میں ہے: { ثم ادخلت الجنة فاذا فیها جنابذ اللؤلؤ واذا ترابها المسک} ''پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتی کے گنبد تھے، اور اس کا مٹی مشک تھا۔'' [صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء ۲/۳۹۴ رقم الحدیث ٤١٤] امام نووی رحمه الله نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ''اس حدیث میں اہل سنت کیلئے دلیل ہے، جو کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم تیار شدہ ہیں۔ اور جس طرح یہ واضح ہوا کہ دوزخ تیار ہے، اسی طرح جنت بھی تیار شدہ ہے۔''

فائدہ نمبر(۴): ﴿اعدت للکافرین﴾ آیت سے یہ مسئلہ بھی واضح ہے کہ جہنم ''کافروں کے لئے'' تیار ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے کافر اور مشرک ہی ہوں گے اور کوئی موحد مسلمان اگر اپنے شامت اعمال اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے اور اسے جہنم میں ڈالا بھی جائے تو وہ اپنے گناہ کے بقدر جل کر یا کسی کی شفاعت سے ایک نہ ایک دن ضرور عقیدۂ توحید اور اصل ایمان کی بدولت جہنم سے نکلے گا اور جنت ہی اس کا آخری ودائمی ٹھکانا ہوگا۔ لیکن کافر اور مشرک پر اللہ نے ہمیشہ کے لئے جنت حرام قرار دی اور ان کا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے جہنم کر دیا۔ یہی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے اور قرآن وسنت میں اس کے بہت زیادہ دلائل موجود ہیں۔ [تفسیر السعدی]

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

تصحیح ریکارڈ

شمارہ نمبر 10 میں درج ذیل غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ ریکارڈ کی درستی کر لیجئے:

صفحہ	غلط	درست
78	علم الهدى: للشافعي	علم الهدىٰ: الشافي
95	۱۴۲۳ھ	۱۴۰۳ھ